*** تقریر ***

تقریر بابت ایمان
وقت 5-7 منٹ

ایمان کی ستّر شاخوں میں سے کچھ کا تذکرہ

(تقریر نمبر 15)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ بِالَّیۡلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ (البقرہ:275)

یعنی وہ لوگ جو اپنے اموال خرچ کرتے ہیں رات کو بھی اور دن کو بھی، چھپ کر بھی اور کھلے عام بھی، تو ان کے لئے ان کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہو گا اور نہ وہ غم کریں گے۔

تکبر سے نہیں ملتا وہ دلدار
ملے جو خاک سے اس کو ملے یار
کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہِ درگاہِ باری

(درثمین)

معزز سامعین! آج خاکسار ایمان کی جن شاخوں کا ذکر کرنے جارہاہے اُن میں سخاوت وفیاضی، خرچ میں میانہ روی، چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام۔

سخاوت وفیاضی، مالی قربانی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تُو میری راہ میں مال خرچ کر مَیں تجھے مال دوں گا۔

(صحیح بخاری)

اس دنیا میں زندہ رہنے کے لیے انسان اپنی زندگی کا ایک بڑا حصّہ روزی کمانے میں گزارتا ہے اور اس کے لیے کافی تگ و دو بھی کرتا ہے۔ لیکن مال کی محبت بعض دفعہ انسان کو حرص، لالچ اور کنجوسی کی طرف لے جاتی ہے اور وہ بھول جاتا ہے کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور اس میں اس کے اُن بندوں کا بھی حصّہ ہے جن کی مالی حیثیت اُس سے بہت کم ہے اور ان کا گزارہ بہت مشکل ہے۔ وہ اُن یتامیٰ، بے کس مفلوکُ الحال، مسکین لوگوں کی ضروریات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس مال کے ایک حصّے کو جس کی محبت اُس کے دل میں شدید اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ زکوٰۃ کے علاوہ انسان کو سارا سال صدقہ، خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ کرتے رہنا چاہیے۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں عبادت کا حکم دیا وہاں اپنے اموال بھی اپنی استطاعت کے مطابق خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اپنی استطاعت کے مطابق تو اللہ کی راہ میں خرچ کریں لیکن ضروری نہیں کہ آسائش کی صورت میں ہی خرچ کریں بلکہ جب تنگی ہو تو بھی غرباء اور حقداروں کو نہ بھولیں، ایسے میں مالی قربانی کی زیادہ اہمیت ہے۔

سامعین! ہمارے سامنے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کی کئی مثالیں ہیں کہ گھر میں کھانے کو چند کھجوریں ہیں وہ بھی کسی سائل نے مانگا تو اُس کو دے دیں، اپنے بدن سے چادر اُتار کر دے دی اور رمضان میں تو آپؐ کی جود وسخا بے انتہا بڑھ جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیکیاں کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں جب جبریل آپ سے ملتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی سخاوت کرتے تھے اور جبریل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کی ہر رات ملا کرتے تھے یہاں تک کہ رمضان کا مہینہ ختم ہو جاتا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن دہراتے جب جبریل آپؐ سے ملتے تو آپؐ نیکیوں میں تیز چلنے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جایا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الصیام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

”تمہارے لیے ممکن نہیں ہے کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصّہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 497)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”یہ زمانہ جبکہ معاشی برتری حاصل کرنے کے لیے دنیا میں انتہائی کوشش ہو رہی ہے۔ دین کو تو لوگ بھول بیٹھے ہیں، دنیا کی طرف رغبت زیادہ ہے۔ تجارتوں میں برتری اور دنیاوی آسائشوں کے حصول کے لیے دنیا اپنی توجہ انتہا تک پہنچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایسے میں دین کی اشاعت کے لیے قربانیاں ہی اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا ذریعہ اور کامیاب تجارت ہیں… پس یہ زمانہ جو مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے اس زمانے میں خاص طور پر مالی جہاد ایک اہم کام ہے اور اس سے پھر نفس کی قربانی کی بھی تحریص پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب بھی حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مالی قربانی کی طرف قرآن کریم میں کئی جگہ توجہ دلائی ہے۔ ایک جگہ فرمایا کہ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (الحدید: 11) اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ وہ تمہیں دیتا ہے اور پھر جزاء کے لیے تمہیں یہ کہتا ہے کہ اس کے راستے میں خرچ کرو۔ پس اگر ایمان ہے، اگر اللہ تعالیٰ پر یقین ہے تو پھر اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے راستے میں قربانیاں کرو۔.... آج کل یہ مالی جہاد ہی ہے جو نفس کے جہاد کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔ انسان اپنی بہت سی خواہشات کو پس پشت ڈال کر دین کی ترقی کی خاطر قربانیاں دیتا ہے تو یہ نفس کا جہاد ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتے ہوئے اسے اور اس کی نسل کو بے شمار فضلوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا ادھار نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی تجارت کی خبر دی ہے جو دنیا اور آخرت کے فائدوں پر منتج ہے اور عذاب سے بچانے والی تجارت ہے۔ دنیاوی تجارتیں تو صرف دنیاوی فائدوں کے لیے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے کی ہوئی تجارت دنیا و آخرت دونوں کے انعامات کا مستحق بناتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ کسی کا ادھار نہیں رکھتا۔ نیک نیتی سے اس کی راہ میں کی گئی قربانی کو وہ کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے۔.... آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہی ہیں جو دین کی خاطر مالی قربانی کرنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ یہ شبنم کی طرح تھوڑی تھوڑی رقمیں بھی دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بے انتہا پھل لگاتا ہے۔ جماعتی ترقیات اسی کی گواہ ہیں۔ غریب لوگ ہیں جو معمولی سی قربانی کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ بے انتہا پھل لگاتا ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ خاص طور پر غریب احمدی اور تھوڑے وسائل رکھنے والے احمدی زیادہ قربانی کرتے ہیں..... افریقہ میں قربانی کرنے والے بے شمار ایسے احمدی ہیں، پاکستان میں ایسے ہیں، ہندوستان میں بھی ایسے ہیں جو اپنی روٹی قربان کر کے، بھوکا رہ کر مالی قربانی کرتے ہیں۔ اپنی یا اپنے بچوں کی بیماری کی صورت میں دوائیوں پر خرچ کرنے کی بجائے چندے کی ادائیگی کو ترجیح دیتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو بغیر نوازے نہیں چھوڑتا بلکہ بسا اوقات وہ اتنی جلدی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن جاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے اور یہ بات ان کے لیے ازدیاد ایمان کا باعث بنتی ہے۔ پس کبھی یہ بات کسی کمزور احمدی کے دل میں بھی نہیں آنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نیک نیتی سے کی گئی قربانی کو نوازتا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خزانے لامحدود ہیں۔ اس کو ہمارے چند پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قربانیاں جو اللہ تعالیٰ مانگتا ہے یہ تو وہ ہمیں مزید فضلوں کا وارث بنانے کے لیے موقع میسر فرماتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 5 جنوری 2024ء)

خرچ میں میانہ روی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (الفرقان:68)

یعنی وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو اِسراف نہیں کرتے اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ اس کے درمیان اعتدال ہوتا ہے۔

سامعین! اللہ تعالیٰ ہمیں جہاں سخاوت کرنے کا حکم دیتا ہے وہاں فضول خرچی سے بھی روکتا ہے اور اعتدال کو اپنانے کی تاکید کرتا ہے کہ نہ بہت زیادہ فضول خرچ کرو اور نہ ہی انتہائی کنجوسی سے کام لو۔ یہ ہمارے ایمان کا حصّہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"روزانہ جب بندے صبح کے وقت اٹھتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک یوں دعا کرتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو (اس کی خرچ کی ہوئی چیز کا) بدل عطا فرما دوسرا فرشتہ یوں دعا کرتا ہے۔ اے اللہ! بخل کرنے والے نے جو مال بچا کر رکھا ہے اسے ضائع کر دے۔

(بخاری،کتاب الزکاۃ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میانہ روی اختیار کی وہ کبھی مفلس نہیں ہوا۔

(مسند احمد:4269)

حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات کو نکلے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر نماز میں پست آواز سے قراءت کر رہے ہیں اور حضرت عمر بلند آواز سے قراءت کر رہے ہیں، پھر جب یہ دونوں حضرات آپ کی مجلس میں اکٹھے ہوئے تو آپ نے پوچھا: اے ابو بکر! مَیں جب تمہارے پاس سے گزرا تو مَیں نے دیکھا کہ تم پست آواز سے قراءت کر رہے تھے (اس کی کیا وجہ تھی)؟ ابو بکر نے جواب دیا کہ مَیں اس کو سنا رہا تھا جس سے سرگوشی کر رہا تھا، پھر آپ نے فرمایا: اے عمر، جب مَیں تمہارے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ تم بلند آواز سے قراءت کر رہے ہو؟ حضرت عمر نے جواب دیا۔ مَیں سوتے کو جگاتا اور شیطان کو بھگاتا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! تم اپنی آواز تھوڑی بلند کرو اور حضرت عمر سے فرمایا: اے عمر! تم اپنی آواز تھوڑی پست کرو۔

(ابوداؤد:1329)

میانہ روی صرف خرچ کرنے کے معاملہ میں ہی نہیں ہونی چاہیے بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اِس کی جھلک نظر آنی چاہیے کیونکہ کسی بھی چیز کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے۔ زندگی سے اگر اعتدال کو نکال دیا جائے تو ہلاکت اور خسارے کے سوا کچھ نہیں بچتا۔ اسلام جہاں غلوّ اور مبالغے سے منع کرتا ہے وہیں ہر معاملے میں راہِ اعتدال کی ترغیب دیتا ہے۔ آج کل کے دَور میں ہمارے معاشرے کا المیہ ہے کہ خاص طور پر کھانے پینے، کپڑے بنانے، گاڑیاں، موبائل اور دوسری الیکٹرانکس وغیرہ کے معاملات اور خرچ کرنے میں اعتدال کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ اشرافیہ کی تو بات ہی نرالی ہے، یہاں غریب طبقہ بھی بعض ایسے مقامات پر خرچ کر کے بیٹھ جاتا ہے جو انتہائی غیر ضروری اور فضول ہوتے ہیں۔ پھر اس رویّے کی وجہ سے نوبت فاقوں تک پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا خوش حالی کے وقت ہی ایسا انداز اپنانا چاہیے کہ نوبت فاقوں تک نہ پہنچے۔ کہتے ہیں کہ عقلمند اپنے بُرے وقت کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ بچا کر رکھتا ہے۔ اسلام نے خرچ میں میانہ روی کے نام سے ہمیں ایک بہترین اصول دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: کھاؤ، پیو اور اسراف (فضول خرچی) نہ کرو۔ (سورۃ الاعراف:32) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنا آدھی معیشت ہے۔

(المعجم الاوسط:6744)

جس کے پاس جتنا ہے وہ اسی پر صبر اور شکر کرے کیونکہ شکر کرنے سے نعمت پر ہمیشگی ملتی ہے اور ناشکری سے نعمت زائل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ کسی کے آگے شکوہ شکایت نہیں کرنی چاہیے اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"سچے نیکوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خدا کی رضاجوئی کے لئے اپنے قریبیوں کو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور نیز اس مال میں سے یتیموں کے تعقد اور ان کی پرورش اور تعلیم وغیرہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور مسکینوں کو فقر وفاقہ سے بچاتے ہیں اور مسافروں اور سوالیوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان مالوں کو غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے اور قرض داروں کو سبکدوش کرنے کے لئے بھی دیتے ہیں اور اپنے خرچوں میں نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ تنگ دلی کی عادت رکھتے ہیں اور میانہ روش چلتے ہیں۔ پیوند

کرنے کی جگہ پر پیوند کرتے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں اور ان کے مالوں میں سوالیوں اور بے زبانوں کا حق بھی ہے۔ بے زبانوں سے مراد کتّے، بلیلاں، چڑیاں، بَیل، گدھے، بکریاں اور دوسری چیزیں ہیں وہ تکلیفوں اور کم آمدنی کی حالت میں اور قحط کے دنوں میں سخاوت سے دل تنگ نہیں ہو جاتے۔"

(روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 357)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بعض دفعہ انسان سوچتا ہے کہ یہ بھی میری ضرورت ہے یہ بھی میری ضرورت ہے لیکن جب قناعت کی عادت پڑ جائے تو ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں رہتی جنہیں پہلے وہ بہت اہم سمجھتا تھا۔ اور اس طرح بچت کی بھی عادت پڑ جاتی ہے اور ایک احمدی کو بچت کی عادت پڑتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی خاطر مالی قربانی کی بھی عادت پڑ جاتی ہے۔ پھر ایک نیکی سے دوسری نیکیاں جنم لیتی رہتی ہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی انتہائی کنجوس ہو وہ تو صرف بچت کر کے صرف پیسے ہی جوڑتا ہے وہ تو استثناء ہوتے ہیں۔ پھر ایک روایت میں آتا ہے حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اخراجات میں میانہ روی اور اعتدال نصف معیشت ہے۔ اور لوگوں سے محبت سے پیش آنا نصف عقل ہے اور سوال کو بہتر رنگ میں پیش کرنا نصف علم ہے"۔ (بیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ باب الخدر الثانی فی السور صفحہ 430) تو دیکھیں میانہ روی اور اپنے اخراجات کو کنٹرول کرنا اس حدیث کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تمہارے حالات ہیں ان پہ صرف کنٹرول کرنے سے ہی اور اعتدال کے ساتھ اخراجات کرنے سے ہی مالی لحاظ سے اپنی ضروریات کو نصف پورا کر لیتے ہو۔"

(خطبہ جمعہ 30 اپریل 2004ء)

چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام

سامعین! اسلام دین کامل ہے اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں مکمل ہدایات ہیں۔ انسانی تعلقات کے حوالے سے اسلام نہ صرف احکام دیتا ہے بلکہ ایسے اصول وضع کرتا ہے جو ایک صالح اور پرامن معاشرے کے لیے ضروری ہیں۔ ان تعلیمات میں چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کے احترام کی تعلیم بھی ملتی ہے جو کہ ہمارے ایمان کا بھی حصّہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔"

(ترمذی کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الصبیان)

اسلام چھوٹوں پر شفقت اور محبت کو لازم قرار دیتا ہے۔ ان کی تربیت اسلام کے اخلاقی نظام کا حصّہ ہے تاکہ وہ بہتر انسان اور معاشرے کے کارآمد فرد بن سکیں۔ ہمیں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بچوں اور کمزوروں کے ساتھ نرمی اور محبت کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں حضرت حسنؓ یا حسینؓ کو ساتھ لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، درمیان نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ طویل فرمایا: حضرت شدادؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سوار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ہیں، لہٰذا مَیں دوبارہ سجدے میں چلا گیا، جب نماز مکمل ہوگئی تو صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے دورانِ نماز سجدہ طویل فرمایا، ہمیں یہ گمان ہونے لگا تھا کہ کوئی معاملہ پیش آیا ہے یا یہ کہ آپ پر وحی اتر رہی ہے، آپ نے فرمایا: ان میں سے کوئی بات نہ تھی؛ بلکہ میرا بیٹا میری پشت پر سوار تھا، مَیں نے مناسب نہ سمجھا کہ بچہ کی ضرورت کی تکمیل سے پہلے سجدہ ختم کروں۔

(مسند احمد 16033 : حدیث شداد بن الهاد)

سامعین! صحابہ کرامؓ کی عادتِ طیّبہ یہ تھی کہ کسی کے گھر بھی ولادت ہوتی تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچے کو لیتے، اسے چومتے اس کے لیے برکت کی دعا کرتے، اسی طرح جب بعض دفعہ دورانِ نماز بچے کے رونے کی آواز آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تخفیف فرما دیتے۔

(بخاری 707 :باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

سامعین! والدین اور بزرگوں کی تکریم کے بارے میں بھی قرآن حُسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

واعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (النساء:37)

یعنی تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ (بہت) احسان کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں چھوٹوں سے پیار محبت کے سلوک کی تلقین فرمائی وہاں بزرگوں کی عزت و تکریم کی تلقین بھی فرمائی اور بزرگوں کا یہ حق قرار دیا کہ کم عمر اپنے سے بڑی عمر کے لوگوں کا احترام کریں اور ان کے مرتبے کا خیال رکھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو جوان کسی بوڑھے کی عمر رسیدگی کے باعث اس کی عزت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس جوان کے لیے کسی کو مقرر فرما دیتا ہے جو اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرے۔

(ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في إجلال الكبير)

بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کل کے معاشرے میں جو دنیاوی بھاگ دوڑ جاری ہے اُس میں انسان اکثر اپنے والدین اور بزرگوں کو بھلا دیتا ہے وہ بھول جاتا ہے کہ یہی وہ والدین ہیں جنہوں نے ساری ساری رات جاگ کر مشکلیں اٹھا کر اُس کو بڑا کیا اِس قابل بنایا کہ آج دنیا میں اُس کا ایک مقام ہے۔ یہی وہ نانا نانی، دادا دادی ہیں جن کی پانچ وقت کی نمازوں میں اُس کی صحت اور خوشحالی کی دعا بھی شامل ہوتی تھی۔ ہم جس نبی کو ماننے والے ہیں اُن کے اسوہ میں تو بزرگوں کے احترام کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تمام قرآن شریف میں یہی محاورہ ہے کہ بظاہر اکثر امر و نہی کے مخاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں لیکن اُن احکام میں دوسرے بھی شریک ہوتے ہیں یا وہ احکام دوسروں کے لئے ہی ہوتے ہیں جیسا کہ یہ آیت فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا، یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں اُن سے نہ کر جن میں اُن کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔ اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن دراصل مرجع کلام اُمت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور والدہ آپ کی خوردسالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہیے۔“

(روحانی خزائن جلد22 صفحہ 213)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک باتوں کے کرنے اور پھیلانے اور اسی طرح بُرائی سے رُکنے اور دوسروں کو روکنے کے بارے میں اس طرح توجہ فرماتے تھے کہ آپ نے نیک کام نہ کرنے والے سے لاتعلقی کا اظہار فرمایا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی فرمایا کرتے تھے کہ نیکیاں کرو اور نیکیاں بجالاؤ۔

چنانچہ ایک روایت میں آپؐ فرماتے ہیں ”وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے بچوں پر رحم نہیں کرتا اور ہمارے بوڑھوں کی عزت اور احترام کا حق ادا نہیں کرتا اور معروف باتوں کا حکم نہیں دیتا اور ناپسندیدہ باتوں سے منع نہیں کرتا۔“ (ترمذی کتاب البر والصلة باب ما جاء في رحمة الصِّبيان)

یعنی یہ معروف باتیں ہیں۔ اس حد تک کہ بچوں کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ کیونکہ ان سے حسن سلوک بھی نیک عمل میں ایک عمل ہے۔ اسی طرح بڑوں، بوڑھوں اور بزرگوں کی عزت کا اور احترام کا خیال رکھنا ہے اور اسی طرح اور دوسری نیکی کی باتیں ہیں جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ کرنی ضروری ہیں۔ اور جن بُرائیوں سے رُکنے کا حکم دیا گیا ہے ان بُرائیوں سے رُکنا بھی ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس طرح نہیں کرتے تو پھر میرا تمہارے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(خطبہ جمعہ 6/مئی 2005ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین

(بتعاون: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞